قومی معیشت کا استحکام: سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

Stability of the National Economy: In the light of Seerah

Dr. Hafiz Saeed ur Rehman
Lecturer, Department of Islamic Thought, History and Culture
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Email: saeed.rehman@aiou.edu.pk

Abstract
Economic stability is very important for the independence and prosperity of any state. Sirat-ul-Nabi has a comprehensive strategy for achieving economic stability. While the Messenger of Allah ﷺ has assigned responsibilities to the rulers of the state, he has assigned some responsibilities to the common people as well. Every human being is obliged to limit his occupation to halal and avoid haram. In this regard, he should have fear of God, benevolence for everyone, trust, honesty, integrity, good manners, contentment and passion for public works. Similarly, the responsibility of the state is to ensure law enforcement and law and order in the country for economic stability, to depend on natural resources as much as possible, to promote agriculture and trade, to utilize all the economic resources in the country, to provide reasonable and suitable employment to the unemployed, to make welfare schemes so that wealth circulates, to determine the most useful times for economic activities in the country, not to give any right to personal appropriation of the national resources. , eliminate usurious business, and prevent corruption, bribery, hoarding, collusion, fraud, and cheating.
Keywords: Agriculture, Cheating, Corruption, Economic, Employment, Law and order, Natural resources, Prosperity, Stability, Welfare

معاشی استحکام پر بحث کرنے سے پہلے معاش کا مفہوم سمجھنا ضروری ہے۔ یہ لفظ عربی زبان کے کلمہ عیش سے نکلا ہے جس کا معنی زندگی اور زندہ رہنا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے آخرت کی زندگی اور رہن سہن کو عیشۃ سے تعبیر کیا ہے[1]۔ جب ہم معاش کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے مراد کمائی اور اس کے ذرائع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی نے سورہ نبا میں فرمایا کہ ہم نے دن کو معاش بنایا ہے[2] یعنی معاش کے وسائل کے لیے بنایا ہے۔ معیشت کا لفظ بھی کلمہ عیش سے نکلا ہے جس کا معنی زندگی گزارنے کا ساز و سامان اور معاش کے ذرائع ہیں۔ سورہ زخرف میں اللہ تعالی نے سامان زندگی کو معیشت سے تعبیر کیا ہے[3]۔ اسی طرح کلمہ عیش سے لفظ معاشیات بھی نکلا ہے جس کا معنی وہ فن ہے جو پیداوار کے وسائل اور اس کے متعلقات کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

چنانچہ جب مملکت کے ہر باشندے کو کسب معاش اور روزگار کے مواقع دستیاب ہوں، اسے ضروری سامان زندگی میسر ہو اور مجموعی طور پر اس کی زندگی خوشحال ہو تو یہ اس مملکت کے معاشی استحکام کی دلیل ہے۔ اگر لوگوں کے پاس صحت مند زندگی گزارنے کے لیے ضروری وسائل و ذرائع موجود ہیں تو معاشی استحکام ہے وگرنہ نہیں۔

معاشی استحکام کسی بھی ملک کی روح کی حیثیت رکھتا ہے۔ کسی بھی ملک میں خوشحالی تب ہی ممکن ہے جب وہاں معاشی استحکام ہو۔ اس لیے ایک کامیاب ریاست وہ ہے جو اپنی معیشت کو مستحکم کرے۔ جس ریاست میں معاشی استحکام نہیں ہوتا وہ اپنی خود مختاری کھو دیتی ہے اور اسے اپنے فیصلے ان قوتوں کی خواہشات پر کرنے پڑتے ہیں جو اسے مالی مدد فراہم کرتی ہیں۔ اسی طرح اسے کئی فیصلے ناچاہتے ہوئے بھی اپنے مفادات کے خلاف کرنے ہوتے ہیں۔ معاشی عدم استحکام کی صورت میں لوگوں میں غربت اور افلاس پھیلتا ہے جس کے نتیجہ میں بعض اوقات مال کے حصول کے لیے وہ خلاف شریعت کاموں میں پڑ جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریب ہے کہ فقر باعث کفر ہو جائے[4]۔ یعنی ایک مسلمان غربت اور فقر سے چھٹکارا حاصل کرنے لیے العیاذ باللہ کفر بھی قبول کر سکتا ہے۔

معاشی استحکام کے لیے سیرت النبی میں بہترین حکمت عملی موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ گئے اور وہاں نئی ریاست کی بنیاد رکھی تو اس وقت یہودیوں کی معاشی پالیسیوں کے باعث اہل مدینہ کی معیشت کمزور تھی اور وہ سود تلے دبے ہوئے تھے۔ اس کمزوری کے باعث ہجرت سے قبل یہود ان کے داخلی فیصلوں پر بھی اثر انداز ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس نئی قائم شدہ ریاست کی معیشت کو اپنی حکمت عملی سے مضبوط کیا اور اس سلسلہ میں کئی بہترین اقدامات کیے جن کا آگے چل کر ہم مطالعہ کریں گے۔

ملکی معاشی استحکام کا تعلق انفرادی کسب معاش اور ریاستی ذرائع آمدن اور مصارف دونوں کے ساتھ ہے۔ اگر انفرادی کسب معاش مستحکم ہے یعنی ہر فرد کے پاس کوئی معقول اور مناسب روزگار ہے تو یہ ملکی معاشی ترقی کا ذریعہ بنتا ہے۔ دوسری طرف اگر ریاست کے ذرائع آمدن معقول اور طے شدہ ہیں اور حاصل شدہ مال و متاع اعتدال اور دیانت داری کے ساتھ مناسب اور ضروری مصارف میں خرچ ہو رہا ہے تو اس سے ریاستی معیشت مستحکم ہوتی ہے۔ چنانچہ معاشی استحکام کے حصول کے لیے جہاں رسول اللہ ﷺ نے ریاست کے اہل حل و عقد کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے وہیں کچھ معاشرتی و سماجی ذمہ داریاں عوام الناس پر بھی ڈالی ہیں۔ یعنی اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملی کے دو حصے ہیں: انفرادی معاشرتی ذمہ داریاں اور ریاستی ذمہ داریاں۔ زیر نظر مقالہ میں ان دونوں طرح کی ذمہ داریوں کا مطالعہ کیا گیا ہے۔

استحکام معیشت کے لیے انفرادی معاشرتی ذمہ داریاں

چونکہ انفرادی کسب معاش کا ملکی معاشی استحکام کے ساتھ خاص تعلق ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے جہاں کسب معاش کے لیے عملی اقدامات کی رہنمائی کی وہیں کچھ دینی حدبندیاں اور اخلاقیات بھی مقرر فرمائیں تاکہ لوگ معاشی سرگرمیوں کے دوران حرص و لالچ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا اور دوسروں کا نقصان نہ کریں اور نتیجۃً ملکی معیشت کو کمزور نہ کریں۔

بحیثیت مسلمان ایک انسان کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ حلال کمائے۔ اس کے لیے دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ کسب حلال بھی ایک اہم ذمہ داری ہے۔ کسب حلال کے حصول کے لیے درج ذیل امور کی رعایت ضروری ہے۔

خداخوفی اور فکر آخرت

کسب معاش محض دنیوی معاملہ نہیں بلکہ اس کا ایمانیات کے ساتھ مضبوط تعلق ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: ﴿"وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا﴾[5]{اور جس نے میرے ذکر (یعنی میری یاد اور نصیحت) سے روگردانی کی تو اس کے لیے دنیاوی معاش (بھی) تنگ کر دیا جائے گا"}۔ اس سے معلوم ہوا کہ معاشی استحکام اور خوشحالی کا تعلق اللہ کے ذکر اور اس کی یاد سے ہے۔ ہر جائز وناجائز طریقے سے کمانا اور نفسانی خواہشات کے مطابق خرچ کرنا درست نہیں۔ "رسول اللہ ﷺ" کے ارشاد کے مطابق بروز قیامت اللہ کے سامنے ابن آدم کے قدم اس وقت تک نہیں اٹھ سکیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں سے متعلق سوال نہ کر لیا جائے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟[6]۔

خیر خواہی چاہنا

"رسول اللہ ﷺ کے ارشاد مبارک کے مطابق بہترین کمائی، کام کرنے والے کے ہاتھ کی کمائی ہے جب وہ خیر خواہی چاہے"[7]۔ خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اخلاص سے کام کرے، دوران کام ممکن مہارت اور احسان کا مظاہرہ کرے، دھوکہ اور فراڈ سے بچے اور کام کا حق ادا کرے۔

اللہ پر توکل

کسب معاش کے سلسلہ میں اللہ پر توکل ایک لازمی عنصر ہے۔ ایک انسان کو چاہیے کہ جو بھی جائز ذریعہ معاش ملتا ہے اسے اختیار کرے اور اللہ پر توکل کرے، اس انتظار میں نہ رہے کہ جب بہت بڑا کاروبار ملے گا تو کام کروں گا اور بیکار رہ کر دوسروں کا دست نگر ہو جائے۔ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی اپنی رسی لے، پھر اس سے لکڑیاں باندھ کر اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے (یعنی انہیں بیچ کر کمائے) تو یہ اس کے لیے اس بات سے بہتر ہے کہ وہ کسی آدمی کے پاس مانگنے کے لیے جائے، پھر اس کی مرضی ہے وہ اسے دے یا نہ دے"[8]۔

سچ بولنا

کاروبار کی کامیابی کا ایک زریں اصول راست گوئی اور سچائی ہے۔ سچے انسان کے ساتھ بلاتردد کوئی بھی معاملہ کرنے کو تیار ہوتا ہے جبکہ جھوٹے شخص سے لوگ کتراتے ہیں۔ جن ممالک میں کاروبار میں سچ کا عنصر ہے وہاں کی معیشت مضبوط

ہے۔ "رسول اللہ ﷺ" نے فرمایا: بیع کرنے والے دونوں اشخاص کو اختیار ہوتا ہے (کہ وہ بیع کو کسی بھی وقت ختم کر دیں) بشرطیکہ کہ وہ علیحدہ نہ ہوئے ہوں۔ اگر انہوں سے سچ بولا اور ہر چیز کی مکمل وضاحت کر دی تو انہیں ان کی اس بیع میں برکت دی جاتی ہے اور اگر انہوں نے کچھ چھپایا اور جھوٹ بولا تو ان کی بیع سے برکت اٹھالی جاتی ہے[9]۔ جھوٹے تاجر کے رزق میں برکت نہیں ہوتی اور بہت کچھ کمانے کے باوجود وہ پریشان رہتا ہے کیونکہ اس کی کمائی سے برکت اٹھ چکی ہوتی ہے۔

دیانت داری

دیانت داری کاروبار کے فروغ کا اہم ذریعہ ہے جبکہ فراڈ اور دھوکہ سے وقتی نفع کمایا جاسکتا ہے مگر کاروبار زیادہ دیر تک نہیں چل سکتا۔ ملکی معیشت کے استحکام میں وہی کاروبار حصہ ڈالتے ہیں جو مستقل چلیں۔ "ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کھانے (گندم) کے ایک ڈھیر سے گزرنے لگے تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس ڈھیر میں داخل کیا۔ آپ ﷺ کی انگلیوں کو نمی محسوس ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ مالک نے کہا: یارسول اللہ! اس پر بارش ہوئی تھی اس لیے گیلی ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آپ نے اس گیلی گندم کو اوپر کیوں نہ رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے؟ جس نے دھوکہ دیا وہ مجھ میں سے نہیں ہے"[10]۔

خوش اخلاقی

کاروبار بڑھانے اور اسے فروغ دینے کا ایک بہترین ذریعہ گاہکوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا اور ان پر حسب ضرورت تخفیف کرنا ہے۔ لین دین میں ترشی کے بجائے نرمی سے پیش آنا بہترین خلق ہے۔ "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ رحم فرمائے اس شخص پر جو بیچتے وقت، خریدتے وقت اور قرضہ واپس لیتے وقت دوسرے کا خیال رکھے اور نرمی سے کام لے"[11]۔

قناعت

قناعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے پاس جو کچھ ہے اس پر راضی ہو اور اللہ کا شکر ادا کرے۔ مزید مال کی حرص اور طمع میں ناشکری نہ کرے۔ بالفاظ دیگر دل کا بھوکا نہ ہو۔ "آپ ﷺ نے فرمایا: زیادہ مال و دولت سے کوئی غنی اور امیر نہیں ہوتا، بلکہ اصل غنیٰ نفس کا غنیٰ ہے"[12]۔ یعنی انسان کا جی مالدار ہو اور اس کے دل میں فقر اور بھوک نہ ہو۔ بعض لوگ انتہائی مالدار ہونے کے باوجود دل کے بھوکے ہوتے ہیں اور صبر و شکر کے بجائے ہر جائز و ناجائز ذریعے سے مزید دولت کے حصول کے چکر میں ہوتے ہیں یہاں تک کہ بعض اوقات دوسروں کو قتل تک بھی کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ مالدار ہوتے ہیں لیکن خوشحال نہیں ہوتے اور انہیں کامیاب بھی نہیں کہا جاسکتا۔ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ انسان

کامیاب ہے جس نے اسلام قبول کیا اور اسے بقدر ضرورت رزق عطا کیا گیا اور جو کچھ اللہ نے اسے عطا کیا ہے اس پر اسے قناعت دی"[13]۔

کسی جائز پیشے کو حقیر نہ سمجھنا

کسب معاش میں تواضع معیشت کے استحکام کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی جائز پیشے یا پیشہ ور کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس کے نتیجہ میں ملک میں ہر طرح کا جائز پیشہ پروان چڑھتا ہے اور ملکی معیشت بہتر ہوتی ہے۔ "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس نے بکریاں چرائی ہیں۔ اس پر صحابہ کرام نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے بھی چرائی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، میں اہل مکہ کی بکریاں کچھ قراریط (اجرت) پر چراتا تھا"[14]۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ چھوٹے چھوٹے کاربار مل کر معیشت کا ایک بڑا حصہ تشکیل دیتے ہیں۔

صدقہ وخیرات کرنا

اسلام میں صدقہ وخیرات کا ایک اہم مقام ہے۔ ایک مسلمان کی تجارت وکاروبار میں صدقہ وخیرات کا ہونا اس کے حسن اخلاق کی دلیل ہے۔ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی بھی مسلمان درخت لگائے یا کھیتی اگائے اور پھر اس میں سے کوئی پرندہ یا انسان یا چوپایہ کچھ کھالے تو یہ اس مالک کے لیے صدقہ ہوگا"[15]۔ یعنی اپنی کمائی میں سے صدقہ کی نیت سے دوسروں کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ اس پریکٹس سے دل کے اندر سے مال کی حرص اور بھوک ختم ہوتی ہے جو کہ مطلوب ہے۔

استحکام معیشت کے لیے ریاستی ذمہ داریاں

قانون کی عملداری کو یقینی بنانا

کسی بھی ریاست میں معاشی استحکام کے لیے قانون کی عملداری ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ریاست مدینہ کے قیام کے بعد میثاق مدینہ جیسا دستور مرتب فرمایا جس میں معاشی پہلو کا خیال رکھا گیا اور معیشت کی بہتری کے لیے اس میثاق کی عملداری کو یقینی بنایا۔ اس میثاق نے مدینہ منورہ کی اقتصادیات کا رخ متعین کیا اور اس کی معیشت کو استحکام بخشا۔ میثاق مدینہ کی معاشی شقیں درج ذیل ہیں:

1۔ یہودی جب تک جنگ میں شریک رہیں گے تو مسلمانوں کے ساتھ مل کر خرچ کریں گے۔ (یعنی جنگی اخراجات مشترکہ ہوں گے، کسی ایک فریق پر اضافی بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔)

2۔ یہود کے جنگی خرچ کا بار ان پر اور مسلمانوں کا مسلمانوں پر ہوگا[16]۔

میثاق مدینہ پر سختی سے کاربند ہونے کی وجہ سے مسلمان معاشی دباؤ کا شکار نہیں ہوئے۔

کسی بھی ریاست کے معاشی استحکام کے لیے ضروری ہے کہ جامع معاشی قوانین مرتب کیے جائیں اور پھر ان کی عملداری کو یقینی بنایا جائے۔ جب ریاست اپنے ہی بنائے ہوئے قوانین پر عمل نہیں کرواپاتی تو طاقت ور اور مفاد پرست طبقہ چھوٹے طبقہ کی معیشت کو تنگ کر کے رکھ دیتا ہے۔ ملک عزیز میں معاشی عدم استحکام کی ایک بڑی وجہ قانون کی عملداری میں کمزوری ہے۔ بااثر افراد اور کمپنیاں معاشی سرگرمیوں پر اثرانداز ہوتے ہیں اور تعلقات استعمال کر کے قانون کی گرفت سے بچ جاتے ہیں۔ اس بابت ایک جامع حکمت عملی بنانی چاہیے اور قوانین پر سختی سے عمل کروانا چاہیے۔

امن وامان کو یقینی بنانا

ملکی معاشی استحکام کے لیے امن وامان کا ہونا اہم ترین بنیاد ہے۔ امن وامان کے بغیر معاشی سرگرمیاں سرانجام نہیں دی جاسکتی ہیں۔ کاروباری طبقہ عدم تحفظ کی وجہ سے سرمایہ کاری نہیں کرتا جس کی وجہ سے معاشی ابتری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ریاست مدینہ کو مضبوط کرنے کے لیے سب سے پہلے امن وامان کو برقرار رکھنے کے لیے اقدامات کیے۔ آپ ﷺ نے مدینہ کے سٹیک ہولڈرز اور گروپوں کے درمیان اتحاد واتفاق پیدا کرنے کے لیے مختلف معاہدے کیے تاکہ ریاست مدینہ میں امن وامان برقرار رہے۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے پہلے مسلمانوں کے درمیان سے سابقہ نفرتوں اور چپقلشوں کو ختم کیا اور ان کے مابین اتحاد واتفاق پر مبنی معاہدہ کیا[17]۔ بعد ازاں یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان میثاق مدینہ کے نام عنوان سے ایک جامع معاہدہ کیا تاکہ یہودیوں کے طرف سے ممکنہ شرارتوں سے محفوظ رہا جاسکے[18]۔ اس معاہدے کی روسے مدینہ میں داخلی طور پر عدم تحفظ کا احساس ختم کرنے میں مدد ملی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے اطراف وجوانب میں موجود مختلف قبائل سے صلح کے معاہدے کیے جن میں معاہدہ بنوضمرہ مشہور ہے[19]۔

ملک عزیز پاکستان میں اس وقت امن وامان کی مکمل بحالی ایک چیلنج ہے۔ سیرت النبی کی روشنی میں مختلف علاقوں میں امن وامان کو برقرار رکھنے کے لیے وہاں پر موجود گروپوں اور سٹیک ہولڈرز کے تحفظات دور کیے جائیں اور ان کے ساتھ جامع مذاکرات کر کے امن وامان کو بحال کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مختلف قبائل اور قوموں کے جائز مطالبات کو تسلیم کرتے ہوئے انہیں قومی دھارے میں لایا جائے تاکہ ملک میں موجود انتشار کی صورتحال ختم ہوسکے۔ طاقت کے استعمال کے بجائے مذاکرات کیے جائیں اور متحارب گروپوں کے درمیان صلح کروائی جائے تاکہ علاقائی امن بحال ہو اور معاشی سرگرمیاں بے خوف سرانجام دی جاسکیں۔

قدرتی وسائل پر انحصار اور زراعت کا فروغ

ملکی معیشت کو مستحکم کرنے کا ایک اہم ذریعہ قدرتی وسائل پر انحصار کرنا ہے۔ قدرتی وسائل ہمارے کھانے پینے کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ قدرتی وسائل میں سے ایک اہم وسیلہ زراعت ہے۔ "رسول اللہ ﷺ" نے ریاست مدینہ کو معاشی طور مستحکم کرنے کے لیے زراعت کے شعبہ کا بھرپور استعمال کیا۔ انصار مدینہ زراعت کے شعبہ سے وابستہ تھے جن کے ساتھ اس کام میں مہاجرین کو بھی شریک کیا گیا۔ زراعت کی حوصلہ افزائی کے لیے "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مسلمان پودا اگاتا ہے یا کھیتی بوتا ہے، پھر اس سے کوئی پرندہ، انسان یا چوپایا کچھ کھاتا ہے تو اس مسلمان کے لیے اس کے بدلے یقیناً صدقے کا اجر ہوتا ہے" [20]۔ اسی طرح "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی ایسی زمین زندہ کی (یعنی کاشت کی) جو کسی کی ملکیت نہیں اور بنجر پڑی ہوئی ہے، وہ اسی (کاشت کرنے والے) کی ہوگی (یعنی وہ اس زمین کا مالک ٹھہرے گا)۔ اس کے بعد اس زمین میں درخت لگانے والے یا کھیتی کرنے والے کا اس زمین پر کوئی حق نہیں ہوگا" (بلکہ وہ ظالم شمار ہوگا)[21]۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حکومت وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک میں زراعت کو فروغ دینے کے لیے کسانوں کو پرکشش پیکج دے۔ ان کے لیے کھاد اور بیج سستے کرے، ان پر ٹیکس میں رعایت کرے۔ الغرض ہر وہ کام کرے جس سے زراعت کا حجم بڑھے اور یہی "رسول اللہ ﷺ" کی حکمت عملی ہے۔ اسی طرح جن مالکان کے پاس بہت زیادہ زمینیں ہیں اور وہ ان میں زراعت نہیں کرتے بلکہ بے کار چھوڑی ہوئی ہیں، انہیں مجبور کیا جائے کہ وہ ان زمینوں کو کام میں لائیں تاکہ ملکی غذائی ضروریات زیادہ سے زیادہ ملک کے اندر سے ہی پوری ہوں۔ اس حوالے سے جامع قانون سازی کرنی چاہیے۔

"رسول اللہ ﷺ" نے زراعت کو فروغ دینے کے لیے زرخیز زمینوں کے علاوہ بنجر زمینوں کو آباد کرنے کے لیے پُرکشش پیکج دیا تاکہ لوگ اس طرف آئیں اور زیادہ سے زیادہ زمینیں زراعت کے لے استعمال ہو سکیں۔ یعنی "آپ ﷺ" نے بنجر زمینوں کو زرخیز بنانے کا منصوبہ پیش کیا تاکہ ریاست مدینہ غلہ اناج میں زیادہ سے زیادہ خود کفیل ہو سکے۔ ہمیں ملک عزیز پاکستان میں بھی اس حکمت عملی کو اپنانا ہوگا تاکہ ملکی معیشت مستحکم ہو سکے۔ ہمارے ہاں اس کے برعکس زرخیز زمینوں پر رہائشی سوسائٹیاں بنائی جا رہی ہیں جن کے معیشت پر بہت برے اثرات ہوں گے۔ اگر سوسائٹی ناگزیر ہوں تو غیر آباد اور بنجر زمینوں پر بنانی چاہییں۔ اگر ہم مستقبل میں پاکستان کی معیشت کو مستحکم دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں زرعی زمینوں کی حفاظت کرنی ہوگی اور زراعت کے فروغ کے لیے کسانوں کو ہر ممکن سہولت فراہم کرنی ہوگی۔

زراعت کے فروغ کے لیے پانی ایک اہم عنصر اور قدرتی وسیلہ ہے۔ زراعت کے لیے بھرپور پانی مہیا کرنا

اور پانی کے استعمال کے لیے کوئی قانون سازی کرنا حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔ اس کے لیے جامع نہری نظام وضع کرنا چاہیے۔ "رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" نے مدینہ منورہ میں زراعت کے لیے پانیوں کی تقسیم بھی فرمائی اور اگر پانی لگانے پر کسی کا جھگڑا ہوا تو اسے بھی پُر حکمت طریقہ سے ختم کیا۔ بنی قریظہ کی وادی مہزور (کے پانی) کا جھگڑا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں لایا گیا تو "آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" نے فیصلہ فرمایا کہ (اوپر ی علاقہ میں) پانی جب ٹخنوں تک بلند ہو جائے تو (اس کے بعد) نیچے والوں کے لیے نہ روکا جائے[22]۔ ایک روایت کے مطابق "رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فیصلہ فرمایا کہ اوپری علاقہ والے پہلے پانی استعمال کریں اور جب پانی ٹخنوں تک بلند ہو جائے تو نیچے والوں کے لیے چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ تمام باغات سیر اب ہو جائیں یا پانی ختم ہو جائے"[23]۔ علامہ زیلعی نے ان روایات کی بنا پر آب پاشی کے مسائل پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور نہروں کی صفائی پر بھی استدلال کیا ہے[24]۔

ملک عزیز پاکستان کے نہری نظام کو فیکٹریوں اور دیگر آلائشوں سے پاک رکھنے کا انتظام کرنا چاہیے۔ جو لوگ زراعت کے لیے استعمال ہونے والے پانی میں فیکٹریوں یا گھروں کی آلائشیں اور گند چھوڑتے ہیں ان کے خلاف قانونی کارروائی کرنی چاہیے۔

تجارت کا فروغ

ملکی معاشی استحکام میں تجارت کا شعبہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ کسی بھی ملک معیشت کو جانچنے کا آلہ اس کی تجارت کا حجم ہے۔ سیرت النبی میں تجارت کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ "رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" خود تاجر تھے۔ "رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پہلی بار بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا جان جناب ابو طالب کے ساتھ تجارتی قافلہ میں شام گئے تھے"[25]۔ "دوسری بار چوبیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر تجارت کی غرض سے شام گئے"[26]۔ مدینہ منورہ میں ریاست کے قیام کے بعد "رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" نے تجارت کو فروغ دیا۔ "آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" نے تاجر کی فضیلت بیان فرمائی تاکہ لوگوں کی تجارت میں رغبت بڑھے۔ "آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیین، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا" [27]۔

بازاروں کا قیام

تجارت کو فروغ دینے کے لیے "رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مدینہ منورہ میں بقیع الزبیر میں ایک خیمہ نصب کیا اور فرمایا کہ یہ تمہار بازار ہے۔ کعب بن اشرف نے اس خیمہ میں داخل ہو کر اس کی رسیاں کاٹ ڈالیں اور اسے گرا دیا۔ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: یقیناً میں اس بازار کو ایسی جگہ منتقل کروں گا جو اس شخص کے لیے اس سے زیادہ غصہ

دلانے والی ہوگی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس بازار کو مدینہ کے بازار کے قریب منتقل کیا اور فرمایا: اب یہ تمہار بازار ہے، یہاں تمہیں کوئی نہیں روکے گا اور نہ ہی تم پہ ٹیکس لگے گا" [28]۔ اسے سوق المناخہ کہا جاتا تھا۔

"رسول اللہ ﷺ" کی حکمت عملی سے معلوم ہوا کہ ملک عزیز پاکستان میں تجارت کو فروغ دینے کے لیے اس کی اہمیت اجاگر کی جائے اور لوگوں کو تجارت کے لیے رغبت دلائی جائے۔ ایسے تجارتی منصوبے پیش کیے جائیں جو تاجروں کی دلچسپی کا باعث ہوں۔ بین الاقوامی تجارت کو فروغ دیا جائے اور اس میں حائل رکاوٹوں کو ختم کیا جائے۔ ملکی سطح پر لوگوں کو تجارت کے لیے مناسب بازار اور مارکیٹیں قائم کرکے دینی چاہییں۔ اشیاء کی قیمتوں کو کنٹرول کرنے کے لیے تاجروں پر ٹیکس کم لگائے جائیں ورنہ وہ چیزوں کی قیمتیں بہت زیادہ بڑھا دیں گے جس سے فروخت کم ہو جائے گی اور تجارت سکڑ جائے گی۔ حکومت کو چاہیے کہ تجارت کو فروغ دینے کے لیے حسب ضرورت ہفتہ وار بازار قائم کرے۔

تجارت میں اجارہ داری کا خاتمہ

تجارت میں اجارہ داری نہیں ہونی چاہیے تاکہ قیمتوں کا تعین لوگوں کی طلب اور رسد کی بنیاد پر ہو نہ کہ چند لوگوں کی مرضی سے۔ منڈی کو آزاد رکھنے کے لیے "رسول اللہ ﷺ" نے موثر اقدامات فرمائے تھے۔ اس سلسلہ میں "رسول اللہ ﷺ نے غلہ و اناج کو شہر کی منڈی میں پہنچنے سے قبل پہلے ہی جا کر اسے خریدنے اور پھر منڈی میں لا کر مہنگا بیچنے سے منع فرمایا" [29]۔

پیمانوں کی تحدید

تجارت کو ہموار رکھنے کے لیے اوزان اور پیمانوں کی تحدید اور ان کی نگرانی رکھنا ضروری ہے۔ وقتاً فوقتاً اوزان اور پیمانوں کو چیک کرتے رہنا چاہیے تاکہ تاجر ناپ تول میں کمی نہ کریں۔ اس میں کوتاہی کرنے والوں کے لیے سزا مقرر کی جائے۔ "رسول اللہ ﷺ نے اپنے دور کے اوزان کی تحدید کرتے ہوئے فرمایا: (تجارت کے لیے) اہل مکہ کا وزن اور اہل مدینہ کا کیل معتبر ہے" [30]۔

معاشی وسائل کو مکمل بروئے کار لانا

معاشی استحکام کے لیے ضروری ہے کہ ملک میں موجود مال کی بالفعل افادیت ہو یعنی مال بے کار نہ پڑا ہوا ہو بلکہ اس سے کوئی نہ کوئی فائدہ اٹھا رہا ہو۔ بعض لوگوں کے پاس مال ہوتا ہے مگر نہ وہ خود کاروبار کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو کاروبار کے لیے دیتے ہیں جو کہ ملکی معیشت کے لیے نقصان دہ چیز ہے۔ اس وقت پاکستان میں حکومت کی ملکیت میں کئی ایسی زمینیں ہیں جنہیں کرائے پر دے کر ان سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے مگر وہ بے کار پڑی ہوئی ہیں۔ انفرادی طور

پر لوگ سیونگ کے چکر میں ضرورت سے زائد مال جمع کر کے رکھے ہوئے ہوتے ہیں جو کسی معاشی سرگرمی کا حصہ نہیں ہوتا۔" ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری پر آیا اور (اس کے پاس سفر کے لیے زاد راہ نہیں تھا اس لیے) اس نے دائیں بائیں دیکھنا شروع کیا (کہ اگر کسی کے پاس اضافی زاد راہ ہو تو اسے دے دے)۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کی سواری پر اضافی سامان ہے وہ اسے دے دے جس کی سواری پر کچھ نہیں اور جس کے پاس اضافی زاد راہ ہے وہ اسے دے دے جس کے پاس زاد راہ نہیں"[31]۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے بالقوہ افادیت والے مال کو بالفعل افادیت میں بدلنے کی تلقین فرمائی۔ ہجرت کے بعد "رسول اللہ ﷺ" نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کے ساتھ کسب معاش میں شریک کیا تھا تاکہ انصار کے پاس جو اضافی مال ہے اس سے مہاجرین کاروبار کریں اور مدینہ کی معیشت مستحکم ہو۔ اس لیے ملک عزیز میں موجود وہ تمام اسباب جو بے کار پڑے ہیں انہیں بروئے کار لایا جائے تاکہ ملکی معیشت کو استحکام بخشا جا سکے۔

بے روزگار افراد کو روزگار کی فراہمی

معاشی استحکام کے لیے ہر فرد کا برسر روزگار ہونا ضروری ہے۔ سیرت النبی کی روشنی میں ریاست کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو ذریعہ معاش اور روزگار فراہم کرے۔ "رسول اللہ ﷺ" جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو سب سے پہلے روزگار کا بندوبست کیا۔ مکہ کے مسلمان تہی دست مدینہ منورہ پہنچے تھے، ان کے روزگار مکہ میں ہی رہ گئے تھے۔ "رسول اللہ ﷺ" نے ان لوگوں کے روزگار کے لیے مواخات کا رشتہ قائم کیا اور مہاجرین کو انصار کے اموال میں شریک فرمایا۔" انصار نے از خود رسول اللہ ﷺ سے استدعا کی کہ ہمارے باغ ہمارے اور مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرمادیں"[32]۔ رسول اللہ ﷺ نے مواخات کے ذریعہ ہنگامی بے روزگاری پر قابو پایا اور ریاست مدینہ کی معاش کو استحکام بخشا۔ ملک عزیز پاکستان کی معیشت کو مستحکم کرنے کے لیے مواخات کا ماڈل ایک بہترین ماڈل ہے۔ حکومت ایسی پالیسی بنائے کہ ملک کا امیر طبقہ اپنی دولت باہر بھیجنے کے بجائے ملک میں رکھ کر اس سے کاروبار کرے اور مقامی لوگوں کو روزگار فراہم کرے۔ امیر اور صاحب ثروت طبقہ کو ترغیب دی جائے کہ وہ غریب لوگوں کے لیے چھوٹے چھوٹے کاروبار کا انتظام کرنے میں مدد کریں۔ حکومت از خود بھی غریب طبقہ کے لیے چھوٹے کاروبار شروع کرے تاکہ ملک سے بے روزگاری ختم ہو۔ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی اپنی رسی لے، پھر اس سے لکڑیاں باندھ کر اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے (یعنی انہیں بیچ کر کمائے) تو یہ اس کے لیے اس بات سے بہتر ہے کہ وہ کسی آدمی کے پاس مانگنے کے لیے جائے، کہ اس کی مرضی ہے وہ اسے دے یا نہ دے"[33]۔ یعنی چھوٹے

سے چھوٹا کاروبار بھی ملے تو وہ کرنا چاہیے مگر کسی سامنے ہاتھ نہ پھیلائے جائیں۔ مزید برآں اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو بھیک دینے کے بجائے انہیں معقول روزگار دیا جائے۔

روزگار کی ترغیب دینا اور اس کے لیے ضروری مہارتیں مہیا کرنا

جب ملک کا ہر باشندہ کام کرے گا تو معیشت ترقی کرے گی اور کاروبار پھیلے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تیار کردہ اشیاء ملکی ضرورت سے زیادہ ہوں گی جنہیں دیگر ممالک کو برآمد کیا جائے گا۔ اس سے ملکی برآمدات میں اضافہ ہو گا اور ملکی معیشت استحکام کی جانب گامزن ہو گی۔ اس کے برعکس کسی ملک کے لوگ استعداد کے باوجود کام نہیں کرتے اور فارغ رہتے ہیں تو جہاں وہ اپنے گھر والوں پر بوجھ بنتے ہیں وہیں وہ ملکی معیشت میں کمزوری کا باعث بھی ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر کام کرسکنے والے کو کام کرنے کی ترغیب دی ہے۔ "آپ ﷺ نے فرمایا: کسی نے کبھی بھی اپنے ہاتھ سے کمائے ہوئے کھانے سے بہتر کھانا نہیں کھایا اور اللہ کے نبی حضرت داود علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے "[(34)]۔ یعنی ایک آدمی کا بہترین کھانا وہ ہے جو اس نے اپنے ہاتھ سے خود کمایا ہو۔ ہاتھ سے کمانے کا مطلب مزدوری کرنا نہیں بلکہ از خود کوئی کام کرنا ہے، چاہے وہ مزدوری ہو یا کچھ اور۔ اس کے برعکس وہ آدمی جو کام کے قابل ہونے کے باوجود نہیں کماتا، اسے اگرچہ کھانے پینے کے لیے چیزیں مل جاتی ہیں مگر اس کے حق میں اس طرح کی چیزیں بہترین نہیں ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی بھی ملک کی معاشی ترقی اور استحکام کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ان باشندوں کو کام کرنے کی ترغیب دے جو کام کرسکتے ہیں اور انہیں کام کرنے کے مواقع فراہم کرے۔ لوگوں کو بھیک کے بجائے کام پہ لگایا جائے اور جو قابل و قادر ہونے کے باوجود کام تلاش کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے انہیں کھوجا جائے اور ان کے لیے ترغیبی سیشن رکھے جائیں اور انہیں کسی نہ کسی کام پہ لگایا جائے۔ کاروبار کے ماہرین سے لیکچر دلوائے جائیں تاکہ تجربہ کار لوگوں کی مہارتوں سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

ویلفیئر کے منصوبوں کو فروغ دے کر دولت کو گردش میں رکھنا

جس ملک کی دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں آجائے اور گردش دولت کم یا ختم ہو جائے تو وہاں کی معیشت غیر مستحکم ہو جاتی ہے۔ ایسے ملک میں امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہو جاتا ہے۔ "رسول اللہ ﷺ" نے اس معاشی ناانصافی کو ختم کیا اور دولت کی گردش کو جاری فرمایا۔ اسلام میں زکاۃ، عشر، کفارات، صدقہ، خیرات، فدیہ اور میراث کا نظام دولت کو گردش میں رکھتا ہے۔ زکاۃ و خیرات وغیرہ سے دولت مالداروں سے غریبوں کی طرف منتقل ہوتی ہے اور معیشت میں اعتدال رہتا ہے۔ "رسول اللہ ﷺ کے پاس بنو تمیم کا ایک آدمی آیا اور کہا: یا رسول اللہ! میں بہت زیادہ

مال و اولاد والا ہوں، مجھے بتایئے میں کیسے خرچ کروں؟ اور کیا کروں؟ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اپنے مال سے زکاۃ نکالو کہ یہ آپ کو پاک کر دے گی، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور مانگنے والے، پڑوسی اور مسکین کا حق پہچانو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! کچھ کم کیجیے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: قریبی رشتہ داروں، مسکین اور مسافر کو ان کا حق دو اور مال میں اسراف نہ کرو"[35]۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ دولت کو گردش میں رکھا جائے تاکہ ہر امیر آدمی اپنی دولت میں سے کچھ حصہ ضرور غریبوں کو دے اور دولت سمٹ کر چند امیروں کے ہاتھ میں نہ چلی جائے۔

اسی طرح میراث بھی گردش دولت کا اہم ذریعہ ہے۔ "حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اپنی دو بچیوں کو لے کر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس آئیں اور کہا: یا رسول اللہ! یہ دونوں سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں جو آپ کے ساتھ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کے چچا نے ان کا سارا مال لے لیا ہے اور ان بچیوں کے لیے کچھ نہیں چھوڑا اور حال یہ ہے کہ جب ان کے پاس مال ہو گا تو ان کا نکاح ہو سکے گا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ عنقریب اس بابت فیصلہ کرے گا۔ چنانچہ اس پر میراث کی آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کے چچا کو بلا بھیجا اور ان سے کہا: سعد کی بیٹیوں کو ان کے کل مال میں سے دو تہائی دو اور ان کی والدہ کو آٹھواں حصہ دو، جو باقی بچا وہ آپ کا ہے"[36]۔ اسلام کے نظام میراث کی برکت سے دولت صرف بڑے بیٹے یا خاص آدمی کے بجائے تمام قریبی مستحق رشتہ داروں میں تقسیم ہوتی ہے اور ہر ایک کو مرنے والے کی دولت میں کچھ نہ کچھ ملتا ہے۔

ملک عزیز پاکستان میں معاشی استحکام اور افراد کی خوشحالی کے لیے ضروری ہے کہ گردش دولت کا باقاعدہ اہتمام کیا جائے۔ زکاۃ و عشر کا مؤثر نظام ہو اور اسے حقیقی مستحقوں تک پہنچایا جائے۔ ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ دولت چند امیر خاندانوں کے پاس ہے جو انہوں نے ملک سے باہر رکھوائی ہوئی ہے۔ کوئی ایسا نظام ہو کہ ملکی ہر باشندے کو کاروباری تحفظ فراہم کیا جائے تاکہ وہ اپنی دولت یہیں ملک میں رکھ کر کاروبار کرے اور اس دولت کی زکاۃ اور ٹیکس یہاں کے غریبوں تک پہنچے۔

معاشی سرگرمیوں کے اوقات کا تعین

سیرت النبی کی روشنی میں کاروبار کے آغاز کا بہترین وقت صبح سویرے ہے۔ صخر غامدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے اللہ میری امت کو اس کے صبح کے وقت میں برکت دے"۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب بھی جنگ کے لیے کوئی لشکر بھیجتے تو اسے صبح بھیجتے۔ صخر غامدی رضی اللہ عنہ تاجر تھے (اس روایت پر عمل کرتے ہوئے) وہ اپنا تجارتی سامان دن کے پہلے حصے میں (فروخت کے لیے) بھیجتے تھے جس کے نتیجہ میں وہ مالدار ہو گئے اور ان کا مال بہت بڑھ گیا تھا"[37]۔

ملکی معاشی استحکام کے لیے بہترین اوقات کا انتخاب انتہائی ضروری ہے۔ اس وقت پاکستان کی معیشت کی کمزوری کی ایک بڑی وجہ غیر مناسب وقت میں کاروباری سرگرمیاں ہیں۔ بڑے شہروں میں کاروبار کا آغاز دن 12 بجے کے قریب ہوتا ہے جبکہ بعض جگہوں پر اس سے بھی زیادہ تاخیر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ لوگ رات گئے تک کاروباری سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ تقریباً ان کی آدھی معاشی سرگرمیاں شام کے اوقات میں ہوتی ہیں جس کے لیے یہ بجلی استعمال کرتے ہیں۔ صبح سویرے سے دن بارہ بجے تک جب قدرتی روشنی موجود ہوتی ہے اس وقت ہمارا کاروبار بند ہوتا ہے۔ اس طرح ہم قدرتی روشنی سے فائدہ اٹھانے کے بجائے مہنگی مصنوعی روشنی کا انتظام کر کے کاروبار کرتے ہیں۔ گرمیوں میں رات گئے تک دوکانوں میں اے سی اور پنکھے چلتے رہتے ہیں جس پر کافی خرچ آتا ہے۔ اگر ہمارا کاروبار سیرت النبی کی روشنی میں علی الصباح شروع ہو اور شام کو جلد ختم ہو جائے تو توانائی کی بہت بڑی بچت کی جاسکتی ہے اور ملک میں جاری بجلی کی لوڈشیڈنگ سے بھی نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔ بجلی کی عدم دستیابی کی وجہ سے جو فیکٹریاں اور کارخانے بند پڑے ہیں وہ بھی فعال ہو جائیں گے۔ اس سے معیشت میں استحکام آئے گا اور مزید یہ کہ علی الصباح کاروبار شروع کرنے سے برکت کا حصول بھی ہو گا۔

قومی اور ریاستی وسائل میں کسی کو ذاتی تصرف کا حق نہ دینا

معاشی عدم استحکام کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ بعض لوگوں کو مفاد عامہ کی اشیاء میں ذاتی تصرف کا حق دیا جاتا ہے اور وہ عوام کی چیزوں کو ذاتی سمجھ کر رکھ لیتے ہیں جبکہ اصل حقدار یعنی عوام ان سے محروم ہو جاتی ہے۔ اجتماعی معاشی اشیاء کو ذاتی سمجھ کر تصرف کرنا ایک خیانت اور ظلم ہے۔ "ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ ایک وفد لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ سے نمک کی کان مانگی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مآرب کے مقام پر ایک نمک کی کان (یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ عمومی کان نہیں بلکہ بہت مشقت کے ساتھ اس سے نمک نکالا جاسکتا ہے) عطا فرمادی۔ جب وہ مجلس سے اٹھ کر جانے لگے تو ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے اسے کیا عطا کیا ہے؟ آپ نے تو اسے بغیر مشقت کے حاصل ہونے والا اور نہ ختم ہونے والا پانی (یعنی نمک کی اجتماعی کان) عطا کیا ہے۔ چنانچہ ان سے وہ کان لے لی گئی"[38]۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اجتماعی چیزوں میں کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہو سکتی۔ اسی وجہ سے عراق کی فتح کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مفتوحہ زمینیں مجاہدین میں تقسیم کرنے کے بجائے، انہی کے مالکان کے سپرد کیں اور ان زمینوں کی آمدن مسلمانوں کی اجتماعی ضروریات میں خرچ کرنے کا حکم دیا[39]۔

ملک عزیز میں موجود ایسی پراپرٹیز اور عمارات جو اجتماعی یعنی سرکاری ہیں اور ان پر شخصی قبضہ ہے، انہیں واگزار کرانا چاہیے اور وہاں سے آمدن حاصل کر کے غریب طبقہ کو اپنے پاؤں پہ کھڑا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اسی طرح بعض لوگ عوام سے چندہ کر کے اجتماعی مال سے کوئی ادارہ وغیرہ بناتے ہیں اور پھر اس کے مالک بن جاتے ہیں اور عوامی مفاد کے بجائے ذاتی مفاد کے حصول کے درپے ہو جاتے ہیں، ایسے لوگوں کے خلاف کارروائی کرنی چاہیے۔

خرچ میں میانہ روی اور اعتدال

معاشی عدم استحکام کی ایک بڑی وجہ خرچ کرنے میں افراط و تفریط اور وسائل کا بے جا استعمال ہے۔ شریعت اسلامیہ میں وسائل کے بے جا استعمال کے لیے دو الفاظ اسراف اور تبذیر استعمال ہوتے ہیں۔ اسراف کا مطلب ہے جائز کاموں میں ضرورت سے زائد مال خرچ کرنا جبکہ تبذیر کا مطلب ہے ممنوعہ کاموں میں اپنا مال خرچ کرنا۔ "رسول اللہ ﷺ" نے ان دونوں کاموں کی ممانعت فرمائی ہے۔ ملک عزیز پاکستان کی معیشت کے عدم استحکام کا ایک بڑا سبب وسائل کا بے جا استعمال ہے۔ شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں بہت زیادہ اسراف کیا جاتا ہے۔ نمود و نمائش کے لیے لوگ ضرورت سے زائد کھانے پینے کا انتظام کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت زیادہ کھانا اور دیگر وسائل ضائع ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ پروگرام اعتدال کے ساتھ ہوں تو ایک بڑی رقم بچا کر غریبوں کا بھلا کیا جاسکتا ہے اور ان کی معیشت کو مستحکم کیا جاسکتا ہے۔ "رسول اللہ ﷺ" نے متعدد نکاح کیے اور ولیموں کا اہتمام فرمایا۔ "آپ ﷺ نے سب سے بڑا ولیمہ اپنی زوجہ محترمہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے موقع پر کیا تھا جس میں صرف ایک بکری پکائی گئی تھی"[40]۔ ہمارے ہاں کے پروگراموں میں وسائل کا بہت زیادہ ضیاع ہوتا ہے۔ اگر ہم اپنے ان پروگراموں میں اسراف چھوڑ دیں تو ایک بڑی رقم بچے گی جو ملکی معاشی استحکام کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے۔ ہمارے ملک میں روزانہ شادی ہالوں میں جو کھانا بچ کر ضائع ہوتا ہے اگر اس میں اعتدال رکھا جائے تو ملک کے ہزاروں مفلوک الحال لوگوں کو کھانا فراہم کیا جاسکتا ہے۔ عموماً ایک شادی پہ ہونے والے اضافی اخراجات کو کم کیا جائے تو اس رقم سے کئی لوگوں کو چھوٹے کاروبار لگا کر دیے جاسکتے ہیں۔ ہمارے گھروں، دوکانوں اور دفاتر وغیرہ میں بغیر ضرورت کے پنکھے، لائٹیں اور اے سی وغیرہ چل رہے ہوتے ہیں جو کہ اسراف ہے، اگر ہم بجلی کے استعمال میں اسراف سے بچ جائیں تو اس کے نتیجہ میں ہمارا پاور سیکٹر مضبوط ہو گا اور ملک میں لوڈشیڈنگ نہیں ہو گی اور سب کو بغیر انقطاع کے بجلی ملے گی۔ ضرورت سے زائد پانی کا استعمال اور اس کا بے دریغ ضیاع ہماری عادت بن چکی ہے۔ ادھر زمین میں پانی کی کمی ہوتی جارہی ہے۔ اگر ہم نے پانی کے استعمال میں اعتدال نہ رکھا تو مستقبل میں پانی کی عدم دستیابی

بھی ہماری معیشت کو غیر مستحکم کرنے کا موجب بن سکتی ہے۔ خرچ میں اسراف کا نتیجہ غربت اور افلاس بھی ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی انسان خرچ میں میانہ روی رکھے تو وہ افلاس کا شکار نہیں ہوتا۔ اسی طرح خرچ میں اعتدال رکھنے والے ملک کو ڈیفالٹ کا خطرہ نہیں ہوتا۔

جو لوگ تبذیر میں مبتلا ہیں یعنی ممنوعہ کاموں میں خرچ کر رہے ہیں، ملکی سطح پر انہیں روکنے کا انتظام ہونا چاہیے اور اس رقم کو مفید کاروبار میں لگانے کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ ملکی دولت میں اضافہ ہو اور دیگر لوگوں کو روزگار کے مواقع بھی فراہم ہوں۔ جوا کھیلنے والوں اور اس طرح کی دیگر سرگرمیوں میں ملوث افراد کے خلاف مؤثر قانونی کارروائی کرنی چاہیے۔

مکمل مہارت سے کام کرنا

اس وقت پاکستان کی بین الاقوامی تجارت کم ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں تیار کردہ چیزیں عالمی معیار کی نہیں ہوتی ہیں۔ ہمارے لوگ مکمل مہارت کے بجائے جگاڑ سے کام لیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگ ہم پہ اعتماد نہیں کرتے۔ سیرت النبی ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ جب بھی کوئی کام کرے تو کمال مہارت سے کرے۔ "رسول اللہ ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو جب دفن کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے قبر میں ایک سوراخ دیکھا تو فرمایا: اس سوراخ کو برابر کر دو کیونکہ یہ (سوراخ بند کر کے جگہ کو ہموار کرنا) جی کو اچھا لگتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جب آدمی کوئی کام کرے تو اسے کمال مہارت سے کرے"[41]۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کا شیوا ہے کہ وہ جس کام کو شروع کرے کمال مہارت کے ساتھ کرے۔ مگر بدقسمتی سے عموماً پاکستانی صنعت کاروں کی تیار کردہ چیزیں اتنی مہارت سے نہیں بنائی جاتیں جتنی جاپان یا دیگر ممالک میں بنائی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اپنے لوگ بھی ملکی تیار شدہ چیز کے مقابلے میں امپورٹڈ چیز مہنگے داموں بخوشی لے لیتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہماری برآمدات بڑھنے کے بجائے درآمدات بڑھتی ہیں جو کہ معاشی استحکام کے لیے نیک شگون نہیں ہے۔

مزدوروں کے حقوق کا خیال کرنا

کسی بھی ملک کی معیشت میں وہاں کا مزدو طبقہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس لیے معیشت کے استحکام کے لیے مزدوروں کے حقوق کا خیال رکھا جائے تاکہ ان کے ساتھ زیادتی نہ ہو اور یہ اپنی خدمات دیانتداری کے ساتھ فراہم کرتے رہیں۔ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مزدو کو اس کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دو"[42]۔ مزدور کی اجرت

اس کا بنیادی حق ہے۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ معروضی حالات کے مطابق مزدو کی اجرت مقرر کرے اور پھر ایسا نظام وضع کرے کہ ہر مزدور کو اس کا پورا حق ملے۔

بوقت ضرورت ملکی معیشت کو سنبھالا دینے کے لیے قرض لینا

مستحکم معیشت وہ ہوتی ہے جو قرضے سے پاک ہو۔ تاہم اگر ملکی معاشی حالات اس قدر گھمبیر ہو جائیں کہ قرض کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو ایسی صورت میں قرض لیا جا سکتا ہے۔"حضرت ابوملقام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ لوگوں کو (بوجہ قحط) مشکل پیش آئی، اس وقت میرے پاس کھانا تھا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے وہ کھانا مجھ سے ادھار لے لیا" [43]۔ اسی طرح "رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی ربیعہ سے سے ایک غزوہ میں تیس ہزار دراہم قرض لیے۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس آئے تو انہیں بلایا اور ان کا مال انہیں واپس دیا اور فرمایا: اللہ آپ کو برکت دے، آپ کے اہل میں اور آپ کے مال میں۔ بلاشبہ قرض کا بدلہ اس کی واپسی اور شکریہ ادا کرنا ہے" [44]۔ ابن ماجہ کی روایت میں شک کے ساتھ تیس ہزار یا چالیس ہزار کا ذکر ہے اور یہ غزوہ حنین تھا[45]۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق یہ واقعہ عام الفتح کو پیش آیا[46]۔ ابو نعیم کی روایت کے مطابق "رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی ربیعہ سے نقدی کے ساتھ ساتھ اسلحہ بھی ادھار لیا تھا"[47]۔ ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ ملکی معیشت کو سنبھالا دینے کے لیے بوقت ضرورت قرض لیا جا سکتا ہے، یہ کوئی معیوب بات نہیں تاہم اسے بروقت واپس کرنا اور بوقت واپسی شکریہ ادا کرنا اسوہ رسول ﷺ ہے۔

معاشی استحکام کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا ازالہ

جہاں ملکی معاشی استحکام کے ذرائع اور اسباب کا تعین ضروری ہے وہیں معیشت کو غیر مستحکم کرنے والے عناصر اور رکاوٹوں کا قلع قمع کرنا بھی ضروری ہے۔"رسول اللہ ﷺ" نے جہاں معاشی استحکام کے اسباب کا تعین کیا وہیں اسے کمزور کرنے والے عناصر کی نشاندہی کی اور عملاً ان عناصر کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ ذیل میں سیرت النبی کی روشنی میں چند ایسے عناصر ذکر کیے جاتے ہیں جنہیں ختم کرنا ایک مستحکم معیشت کے وجود کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

سودی کاروبار کی حرمت

"رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے اور کھلانے والے میں سے ہر دو پر لعنت فرمائی ہے" [48]۔ خطبہ حجۃ الوداع میں "آپ ﷺ نے فرمایا: زمانہ جاہلیت کا ہر سود ختم کر دیا گیا ہے۔ تمہارے لیے صرف تمہار راس المال ہے۔ تم کسی پر ظلم نہیں کروگے اور نہ اپنے اوپر ظلم برداشت کروگے" [49]۔ اسلام کی آمد سے قبل مدینہ منورہ کے بازاروں پر یہودیوں کا کنٹرول تھا اور ان کے معاملات سود، دھوکہ دہی اور ذخیرہ اندوزی جیسی برائیوں پر مشتمل تھے۔ نیز وہ

تاجروں پر اپنی مرضی سے ٹیکس لگاتے تھے جس سے اشیاء کی قیمتیں بڑھ جاتی تھیں۔ یہ چیزیں اسلام میں حرام ہیں اس لیے "رسول اللہ ﷺ" نے ہجرت کے بعد ان کے مقابلے میں مدینہ منورہ میں **مناخۃ** نامی نیا بازار قائم کیا تاکہ مسلمان ان خرابیوں سے دور رہ کر جائز تجارت کر سکیں۔ ایک مرتبہ "رسول اللہ ﷺ نبیط بازار میں گئے اور اس کی طرف دیکھا تو فرمایا: یہ تمہارا بازار نہیں ہے۔ پھر ایک دوسرے بازار گئے تو اسے بھی دیکھ کر فرمایا: یہ تمہارا بازار نہیں۔ پھر آپ ﷺ اس (مناخۃ) بازار میں آئے اور اس میں چکر لگا کر فرمایا: یہ تمہارا بازار ہے، اس سے کسی کو روکا نہیں جائے گا اور ٹیکس بھی نہیں لگائے جائیں گے "(50)۔

ملکی معاشی استحکام کے لیے حکومت پاکستان کو چاہیے وہ سب سے پہلے خود غیر سودی کاروبار کرے۔ ملک میں موجود سودی کاروبار اور سودی بازاروں کو بند کرے۔ سود کی وجہ سے غریب اور متوسط طبقے کا بہت زیادہ استحصال ہوتا ہے۔ اس کی نحوست یہ ہے کہ امیر آدمی امیر تر اور غریب آدمی مزید غریب ہوتا جاتا ہے۔ یہود نے اہل مدینہ کو سود کے جال میں پھنسایا ہوا تھا اور کئی نسلوں سے لوگ سود اتارنے میں لگے ہوئے تھے مگر ان کا سود پھر بھی باقی تھا جس کے باعث وہ معاشی پریشانی کا شکار تھے۔ موجودہ دور میں بھی سودی کاروبار کرنے والے ممالک میں یہی صورتحال ہے۔

کرپشن اور رشوت کی روک تھام

کرپشن ایسا ناسور ہے جو معاشی استحکام کے لیے زہر قاتل ہے۔ کرپشن کسی بھی معیشت کی بنیادیں کھوکھلی کرنے میں مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔ "رسول اللہ ﷺ" نے بدعنوانی سے منع فرمایا ہے اور اس بابت سخت وعیدیں سنائی ہیں۔ "ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے زکاۃ لینے کے لیے عامل بنایا اور رخصت کرتے ہوئے فرمایا: ابو مسعود جاؤ، میں بروز قیامت آپ کو اس حال میں نہ پاؤں کہ آپ میدان حشر میں آئیں اس حال میں کہ آپ کی پیٹھ پر زکاۃ کے مال سے بغیر حق کے لیا گیا کا کوئی اونٹ ہو جو آوازیں دے رہا ہو۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ !تب تو میں (زکاۃ جمع کرنے) نہیں جاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر میں آپ کو مجبور بھی نہیں کروں گا" (51)۔ اسی طرح ایک بار "رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو عامل بنا کر بھیجا، وہ اپنی ڈیوٹی پوری کر کے جب واپس آیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یارسول اللہ! یہ (مال) تمہارے لیے ہے اور یہ مجھے ہدیہ کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: تو اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا، پھر تو دیکھ لیتا تجھے ہدیہ دیا جاتا ہے کہ نہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اس عامل کو کیا ہوا ہے؟ اسے ہم عامل بناتے ہیں، پھر وہ ہمارے پاس آتا ہے اور کہتا ہے: یہ تمہاری عملداری کا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ کیا گیا ہے۔ وہ اپنے

والدین کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا، وہ دیکھ لیتا کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے اسے کوئی ہدیہ دیتا ہے کہ نہیں۔ پھر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، تم میں جو بھی غلول کرے گا (یعنی اجتماعی مال میں سے کوئی چیز بغیر حق اور اجازت کے لے گا) وہ ضرور اس چیز کو قیامت والے دن سب کے سامنے اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے ہو گا" [52]۔

ان واقعات سیرت سے معلوم ہوا کہ کرپشن کی روک تھام کرنی چاہیے اور اس کے لیے قانون سازی کرنی چاہیے۔ کسی عہدیدار کو جو تحفہ عہدہ کی وجہ سے ملتا ہے وہ اس کی ملکیت نہیں ہوتا اور اسے اس میں تصرف کا حق نہیں بلکہ وہ تحفہ عہدہ دینے والے ادارے یا حکومت کی ملکیت ہو گا۔ اسی طرح کرپشن اور بدعنوانی کے روک تھام کے لیے عملی اقدامات بھی کرنے چاہییں۔ "رسول اللہ ﷺ" نے خمس کے مال کو بدعنوانی سے بچانے اور اس کی دیکھ بھال کے لیے بنو اسد کے شخص محمیہ بن جزء کو مامور کیا ہوا تھا[53]۔

ملک عزیز پاکستان کی معیشت کو غیر مستحکم کرنے میں اہم کردار کرپشن کے ناسور کا ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیمات سے دوری اور بے رغبتی کی وجہ سے بعض اوقات عہدیدار کا عہدے تک پہنچنے کا مقصد ہی کرپشن کرنا ہوتا ہے۔ بعض لوگ بغیر استحقاق اور میرٹ کے رشوت کے بل بوتے پر کسی اہم عہدے تک پہنچتے ہیں اور پھر حسب موقع کرپشن کرتے ہیں۔ کرپٹ آفیسرز کی وجہ ٹیکس چوری، سمگلنگ، ملاوٹ، رشوت اور دھوکہ دہی کا بازار گرم ہے اور یہ ساری چیزیں معیشت کے لیے سم قاتل ہیں۔ بعض عہدیداران تو قومی مال میں سے ذاتی مال بنانا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اس برائی سے نجات کے لیے دو کام کرنے ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ لوگوں کو اس عمل کی برائی احساس دلایا جائے اور ان میں خدا خوفی پیدا کرنی کی کوشش کی جائے اور دوسرا یہ کہ اس کی روک تھام کے لیے سخت سزائیں رکھی جائیں اور ان میں کسی کو چھوٹ نہ دی جائے۔

ذخیرہ اندوزی کی روک تھام

کسی بھی معیشت کے لیے ذخیرہ اندوزی نقصان دہ ہے۔ بعض لوگ فصل وغیرہ کو جمع کر کے رکھ لیتے ہیں اور اس انتظار میں ہوتے ہیں کہ مارکیٹ میں جب وہ کمیاب ہو جائے تو مہنگے داموں اسے فروخت کریں، اسے ذخیرہ اندوزی اور احتکار کہتے ہیں۔ یہ ایک برا اور حرام کام ہے جس سے "رسول اللہ ﷺ" نے منع فرمایا ہے۔ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ذخیرہ اندوزی کی وہ خطاء کار ہے" [54]۔ ایک مرتبہ "آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے مسلمانوں کے کھانے کو ذخیرہ کیا تو اللہ اس کو مرض جذام اور افلاس میں مبتلا کرے گا" [55]۔ ذخیرہ اندوزی کرنے کی وجہ سے قیمتیں بڑھ جاتی ہیں اور غریب طبقہ کے لیے خریداری کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

ملاوٹ، فراڈ اور دھوکہ دہی کی روک تھام

کسب معاش کے سلسلہ میں ملاوٹ کرنا اور گاہک کو دھوکہ دینا حرام ہے۔ ایک بار دھوکہ کھانے کے بعد دوبارہ گاہک اس دوکاندار کے پاس نہیں جاتا، بالکل اسی طرح جب بین الاقوامی سطح پر ملاوٹ یا فراڈ کیا جائے تو اس سے ملک کی برآمدات میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور ملک کا امیج خراب ہو جاتا ہے۔ ایسا ملک عالمی مارکیٹ میں رسائی کھو دیتا ہے جس کے باعث معاشی عدم استحکام کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ "رسول اللہ ﷺ" نے تجارت میں کھوٹ اور ملاوٹ سے منع فرمایا ہے۔ "آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے تجارت میں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں" [56]۔ ایک مرتبہ "رسول اللہ ﷺ کھانے (گندم) کے ایک ڈھیر سے گزرنے لگے تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس ڈھیر میں داخل کیا۔ آپ ﷺ "کی انگلیوں کو نمی محسوس ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ مالک نے کہا: یارسول اللہ! اس پر بارش ہوئی تھی اس لیے گیلی ہو گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے اس گیلی گندم کو اوپر کیوں نہ رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے؟ جس نے دھوکہ دیا وہ مجھ میں سے نہیں ہے" [57]۔

ملک عزیز پاکستان میں کئی فیکٹریاں اور ادارے ایسے ہیں جو دھوکہ دہی اور ملاوٹ میں مبتلا ہیں جن کی وجہ پاکستانی مصنوعات کا عالمی سطح پر امیج خراب ہے۔ خود پاکستان کے صارفین بھی امپورٹڈ چیز خریدنے کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ لوکل چیز میں فراڈ اور ملاوٹ ہوتی ہے اور ناقص سامان استعمال ہوا ہوتا ہے۔ اس لیے حکومت کو ایسے لوگوں کے خلاف سخت ایکشن لینا چاہیے اور قرار واقعی سزا دینی چاہیے تاکہ پاکستانی مصنوعات کا معیار بلند ہو اور انہیں عالمی مارکیٹ میں پذیرائی حاصل ہو تاکہ ہماری برآمدات بڑھیں اور معیشت مستحکم ہو۔

خلاصہ

پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی ریاست کی خود مختاری اور خوشحالی کے لیے معاشی استحکام بہت ضروری ہے اور سیرت النبی میں معاشی استحکام کے حصول کے لیے مکمل حکمت عملی موجود ہے۔ اس کے لیے جہاں رسول اللہ ﷺ نے ریاست کے اہل حل وعقد پر ذمہ داریاں ڈالی ہیں وہیں کچھ ذمہ داریاں عوام الناس کو بھی سونپی ہیں۔ ہر انسان اس بات کا پابند ہے کہ وہ کسب حلال تک محدود رہے اور حرام سے اجتناب کرے۔ اس سلسلہ میں اس کے اندر خدا خوفی، ہر ایک کے لیے خیر خواہی، توکل، صداقت، دیانت داری، خوش اخلاقی، قناعت اور فاہ عامہ کے کاموں کا جذبہ ہونا چاہیے۔ اسی طرح ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشی استحکام کے لیے ملک میں قانون کی عملداری اور امن وامان کو یقینی بنائے، زیادہ سے زیادہ قدرتی وسائل پر انحصار کرے، زراعت وتجارت کو فروغ دے، ملک میں موجود تمام معاشی وسائل کو بروئے کار لائے، بے روزگار افراد کو معقول اور مناسب روزگار فراہم کرے،

ویلفیئر کے منصوبے بنائے تاکہ دولت گردش میں رہے، ملک میں معاشی سرگرمیوں کے لیے ایسے اوقات کا تعین کرے جو زیادہ سے زیادہ مفید ہوں، قومی وسائل میں کسی کو ذاتی تصرف کا حق نہ دے، سودی کاروبار کو ختم کرے، کرپشن، رشوت، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ، فراڈ اور دھوکہ دہی کی روک تھام کرے۔

حوالہ جات

[1] ﴿فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ (٦) فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ﴾ [القارعة: 6-7] جس کے اعمال (نیک) تول میں زیادہ ہوں گے۔ تو وہ خاطر خواہ عیش میں ہو گا۔

[2] ﴿وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾ [النبأ: 11] (اور بنایا ہم نے دن کو ذریعہ معاش)

[3] ﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ [الزخرف: 32] (دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیے ہیں)

(4) أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (ت ٣٦٠ھ)، الدعاء (بيروت: دار الكتب العلمية، 1413ھ)، رقم الحدیث: 1048، ص 319۔

(5) طٰہٰ: 124

(6) محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (ت ٢٧٩ھ)، السنن (مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، 1975ء)، أَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ، بَابٌ فِي الْقِيَامَةِ، رقم الحدیث: 2416، ج 4 ص 612۔

(7) الإمام أحمد بن حنبل (ت ٢٤١ ھ)، مسند الإمام أحمد بن حنبل (بيروت: مؤسسة الرسالة، 2001ء)، رقم الحديث: 8412، ج 14 ص 136

(8) أبو عبد الله، محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة ابن بردزبه البخاري الجعفي، الصحيح (مصر: المطبعة الكبرى الأميرية)، كتاب الزكاة، بَابُ الِاسْتِعْفَافِ عَنِ المَسْأَلَةِ، رقم الحدیث: 1470، ج 2 ص 104۔

(9) ایضاً، كِتَابُ الْبُيُوعِ، بَابٌ: إِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا، رقم الحدیث: 2079، ج 3 ص 58۔

(10) أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري، صحيح مسلم (تركيا: دار الطباعة العامرة، 1334ھ)، كِتَابُ الْإِيمَانِ، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ تَعَالَى وَسَلَّمَ: مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا، رقم الحدیث: 164–(102)، ج 1 ص 69۔

(11) بخاری، الصحیح، كِتَابُ الْبُيُوعِ، بَابُ السُّهُولَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ، رقم الحدیث: 2076، ج 3 ص 57۔

(12) بخاری، الصحیح، كتاب الرقاق، بَابٌ: الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ، رقم الحدیث: 6446، ج 8 ص 95۔

(13) مسلم، الصحیح، كِتَابُ الزَّكَاةِ، بَابٌ: فِي الْكَفَافِ، وَالْقَنَاعَةِ، رقم الحدیث: 1054، ج 3 ص 102۔

(14) بخاری، الصحیح، كتاب الاجارة، بَابُ رَعْيِ الْغَنَمِ عَلَى قَرَارِيطَ، رقم الحدیث: 2262، ج 3 ص 88۔

(15) ایضاً، كتاب الحرث والمزارعة، بَابُ فَضْلِ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ إِذَا أُكِلَ مِنْهُ، رقم الحدیث: 2320، ج 3 ص 103۔

16عبد الملک بن هشام بن أيوب الحميري المعافري، أبو محمد، جمال الدين (المتوفى: 213هـ)، السيرة النبوية (مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده) ج1 ص503۔

(17) محمد حميد الله الحيدر آبادي الهندي (ت ١٤٢٤هـ)، مجموعة الوثائق السياسية للعهد النبوي والخلافة الراشدة (بيروت: دار النفائس، 1407ھ)، ص59۔

18 سیرت ابن ہشام، ج1 ص503۔

19 ایضاً، ج1 ص559۔

(20) بخاری، الصحیح، کتاب الْحَرْثِ وَالْمُزَارَعَةِ، بَابُ فَضْلِ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ إِذَا أُكِلَ مِنْهُ، رقم الحدیث: 2320، ج3 ص103۔

(21) أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي (ت ٣٠٣هـ)، السنن الكبرى (بيروت: مؤسسة الرسالة، 2001ء)، كِتَابُ إِحْيَاءِ الْمَوَاتِ، مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً لَيْسَتْ لِأَحَدٍ، رقم الحدیث: 5728، ج5 ص325۔

(22) أبو الحسين عبد الباقي بن قانع بن مرزوق بن واثق البغدادي (المتوفى: 351ھ)، معجم الصحابہ (المنورة: مكتبة الغرباء الأثرية - المدينة، 1418ھ)، ج1 ص123۔

(23) أبو بكر بن أبي عاصم وهو أحمد بن عمرو بن الضحاك بن مخلد الشيباني (ت ٢٨٧هـ)، الآحاد والمثاني (الرياض: دار الراية، 1991ء)، رقم الحدیث: 2200، ج4 ص215۔

(24) عثمان بن علي بن محجن البارعي، فخر الدين الزيلعي الحنفي (المتوفى: 743ھ)، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق (بولاق، القاهرة: المطبعة الكبرى الأميرية)، ج6 ص42۔

(25) سیرت ابن ہشام، ج1 ص180۔

(26) ایضاً، ج1 ص188۔

(27) ترمذی، السنن، أبواب البيوع باب ما جاء في التجار وتسمية النبي صلى الله عليه وسلم إياهم، رقم الحدیث: 1209، ج3 ص507۔

(28) علي بن عبد الله بن أحمد الحسني الشافعي، نور الدين أبو الحسن السمهودي (ت ٩١١هـ)، وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى (بيروت: دار الكتب العلمية، 1419ھ)، ج2 ص257۔

(29) مسلم، الصحیح، كِتَابُ الْبُيُوعِ، بَابُ تَحْرِيمِ تَلَقِّي الْجَلَبِ، رقم الحدیث: 1517، ج5 ص5۔

(30) ابوداود، السنن، کتاب البيوع، باب في قول النبي -صلَّى الله عليه وسلم-: "المكيال مكيال أهل المدينة"، رقم الحدیث: 3340، ج5 ص227۔

(31) مسلم، الصحیح، كِتَابُ اللُّقَطَةِ، بَابُ اسْتِحْبَابِ الْمُؤَاسَاةِ بِفُضُولِ الْمَالِ، رقم الحدیث: 1728، ج5 ص138۔

(32) بخاری، الصحیح، کتاب الْحَرْثِ وَالْمُزَارَعَةِ، بَابٌ: إِذَا قَالَ اكْفِنِي مُؤْنَةَ النَّخْلِ أَوْ غَيْرِهِ وَتُشْرِكُنِي فِي الثَّمَرِ، رقم الحدیث: 3225، ج3 ص104۔

(33) ایضاً،کتاب الزَّكَاةِ، بَابُ الِاسْتِعْفَافِ عَنِ الْمَسْأَلَةِ، رقم الحدیث:1470، ج2ص123۔

(34) بخاری، الصحیح،كِتَابُ الْبُيُوعِ، بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ، رقم الحدیث:2072، ج3ص57۔

(35) مسند احمد، رقم الحدیث:12394، ج19ص386۔

(36) ترمذی، السنن،أَبْوَابُ الْفَرَائِضِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي مِيرَاثِ البَنَاتِ، رقم الحدیث:2092، ج4ص414۔

(37) أبوعبد الله محمد بن يزيد بن ماجة القزويني(ت ٢٧٣ھ)، السنن (بيروت: دار الرسالة العالمية، 2009ء)أَبْوَابُ التِّجَارَاتِ، بَابُ مَا يُرْجَى مِنْ الْبَرَكَةِ فِي الْبُكُورِ، رقم الحدیث:2236، ج3ص346۔

(38) أبو داود سليمان بن الأشعث الأزدي السجستاني (ت ٢٧٥ھ)، السنن (بيروت: دار الرسالة العالمية، 2009ء) كتاب الخراج والفيء والإمارة، باب ما جاء في إقطاع الأرَضِينَ، رقم الحدیث:3064، ج4ص670۔

(39) أبو يوسف يعقوب بن إبراهيم بن حبيب بن سعد بن حبتة الأنصاري (المتوفى: ١٨٢ھ)، الخراج (مصر: المكتبة الأزهرية للتراث)، ص34۔

(40) بخاری، الصحیح،كِتَابُ النِّكَاحِ ، بَابُ الْوَلِيمَةِ وَلَوْ بِشَاةٍ، رقم الحدیث:5168، ج7ص24۔

(41) عمر بن شبة (واسمہ زيد) بن عبيدة بن ريطة النميري البصري، أبو زيد (ت ٢٦٢ھ)، تاریخ المدينة (جدة: طبع على نفقة السيد حبيب محمود أحمد، 1399ھ)، ج1ص98۔

(42) ابن ماجہ، السنن،أَبْوَابُ الصَّدَقَاتِ، بَابُ أَجْرِ الْأُجَرَاءِ، رقم الحدیث2444، ج3ص511۔

(43) بن قانع، معجم الصحابہ، ج3ص133۔

(44) ابن قانع، معجم الصحابہ، ج2ص95۔

(45) ابن ماجہ، السنن، كِتَابُ الصَّدَقَاتِ ، بَابُ حُسْنِ الْقَضَاءِ، رقم الحدیث:2424، ج3ص496۔

(46) محمد بن سعد بن منيع الزهري (ت ٢٣٠ھ)، الجزء المتمم لطبقات ابن سعد (الطبقة الرابعة من الصحابة ممن أسلم عند فتح مكة وما بعد ذلك)(الطائف، السعودیۃ: مكتبة الصديق)، رقم الحدیث:146، ج1ص334۔

(47) أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (ت ٤٣٠ھ)، معرفة الصحابة (الرياض: دار الوطن للنشر، 1998ء)، رقم الحدیث:2083، ج2ص785۔

(48) بخاری، الصحیح،كِتَابُ النِّكَاحِ ، بَابُ مَهْرِ الْبَغِيِّ وَالنِّكَاحِ الْفَاسِدِ، رقم الحدیث:5347، ج7ص61۔

(49) ابن ماجہ، السنن،أَبْوَابُ الْمَنَاسِكِ ، بَابُ الْخُطْبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ، رقم الحدیث:3055، ج4ص243۔

(50) ایضاً،أَبْوَابُ التِّجَارَاتِ ، بَابُ الْأَسْوَاقِ وَدُخُولِهَا، رقم الحدیث:2233، ج3ص343۔

(51) ابوداود، السنن،كتاب الفرائض ، باب فيما يلزم الإمامَ من أمر الرعية، رقم الحدیث:2947، ج4، ص569۔

(52) بخاری، الصحیح، كِتَابُ الْأَيْمَانِ وَالنُّذُورِ ، بَابٌ: كَيْفَ كَانَتْ يَمِينُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم الحدیث:6636، ج8ص130۔

(53) مسلم، الصحیح، كِتَابُ الزَّكَاةِ ، بَابُ تَرْكِ اسْتِعْمَالِ آلِ النَّبِيِّ عَلَى الصَّدَقَةِ، رقم الحدیث: 1072، ج3ص118۔

(54) مسلم، الصحیح، كِتَابُ الْبُيُوعِ ، بَابُ تَحْرِيمِ الِاحْتِكَارِ فِي الْأَقْوَاتِ، رقم الحدیث: 1605، ج5، ص65۔

(55) ابن ماجہ، السنن، أَبْوَابُ التِّجَارَاتِ ، بَابُ الْحُكْرَةِ وَالْجَلْبِ ، رقم الحدیث: 2155، ج3ص283۔

(56) مسلم، الصحیح، كِتَابُ الْإِيمَانِ ، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ تَعَالَى وَسَلَّمَ: مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا، رقم الحدیث: 101، ج1ص69۔

(57) مسلم، الصحیح، كِتَابُ الْإِيمَانِ، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ تَعَالَى وَسَلَّمَ: مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا، رقم الحدیث: 164–(102)، ج1ص69۔

مصادر و مراجع

1. القرآن الكريم
2. أحمد بن حنبل، الإمام (ت ۲۴۱ھ)۔ **مسند الإمام أحمد بن حنبل**۔ بیروت: مؤسسة الرسالة، 2001ء۔
3. البخاري، أبو عبد الله، محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة الجعفي۔ **الصحیح**۔ مصر: المطبعة الكبرى الأميرية۔
4. الترمذي، محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، أبو عيسى (ت ۲۷۹ھ)۔ **السنن**۔ مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، 1975ء۔
5. أبو داود، سليمان بن الأشعث الأزدي السجستاني (ت ۲۷۵ھ)۔ **السنن**۔ بیروت: دار الرسالة العالمية، 2009ء۔
6. الزيلعي، عثمان بن علي بن محجن البارعي، فخر الدين الحنفي (المتوفى: 743ھ)۔ **تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق**۔ القاهرة: المطبعة الكبرى الأميرية۔
7. ابن سعد، محمد بن سعد بن منيع الزهري (ت ۲۳۰ھ)۔ **الجزء المتمم لطبقات ابن سعد** (الطبقة الرابعة من الصحابة ممن أسلم عند فتح مكة وما بعد ذلك)۔ السعودية: مكتبة الصديق۔
8. السمهودي، علي بن عبد الله بن أحمد الحسني الشافعي، نور الدين أبو الحسن (ت ۹۱۱ھ)۔ **وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى**۔ بیروت: دار الكتب العلمية، 1419ھ۔
9. ابن شبة، عمر بن شبة (واسمه زيد) بن عبيدة بن ريطة النميري البصري، أبو زيد (ت ۲۶۲ھ)۔ **تاريخ المدينة**۔ جدة: طبع على نفقة السيد حبيب محمود أحمد، 1399ھ۔
10. الطبراني، أبو القاسم سليمان بن أحمد (ت ۳۶۰ھ)۔ الدعاء۔ بیروت: دار الكتب العلمية، 1413ھ۔ رقم الحدیث: 1048، ص319۔
11. ابن أبي عاصم، أبو بكر بن أبي عاصم وهو أحمد بن عمرو بن الضحاك بن مخلد الشيباني (ت ۲۸۷ھ)۔ **الآحاد والمثاني**۔ الرياض: دار الراية، 1991ء۔

12. ابن قانع، أبو الحسين عبد الباقي بن قانع بن مرزوق بن واثق البغدادي (التوفى: 351ھ)۔ **معجم الصحابہ**۔ المدينة المنورة: مكتبة الغرباء الأثرية-1418ھ۔

13. القشيري، أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم النيسابوري۔ **الصحيح**۔ ترکیا: دار الطباعة العامرة، 1334ھ۔

14. ابن ماجہ، أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني (ت ۲۷۳ھ)۔ **السنن**۔ بیروت: دار الرسالة العالمية، 2009ء۔

15. محمد حميد الله الحيدر آبادي الهندي (ت ۱۴۲۴ھ)۔ مجموعة الوثائق السياسية للعهد النبوي والخلافة الراشدة۔ بیروت: دار النفائس، 1407ھ۔ ص59۔

16. النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب (ت ۳۰۳ھ)۔ **السنن الكبرى**۔ بیروت: مؤسسة الرسالة، 2001ء۔

17. أبو نعيم، أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (ت ۴۳۰ھ)۔ **معرفة الصحابة**۔ الرياض: دار الوطن للنشر، 1998ء۔

18. ابن هشام، عبد الملك بن هشام بن أيوب الحميري المعافري، أبو محمد، جمال الدين (التوفى: 213ھ)۔ **السيرة النبوية**۔ مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده۔

19. أبو يوسف، يعقوب بن إبراهيم بن حبيب بن سعد بن حبتة الأنصاري (التوفى: ۱۸۲ھ)۔ **الخراج**۔ مصر: المكتبة الأزهرية للتراث۔